Afsan Kazmi

جوش ملیح آبادی

جوش کا پورا نام شبیر حسن خان ہے۔ ابتدا میں شبیرؔ تخلص کرتے تھے لیکن بعد میں اپنے لئے جوش کا لفظ اپنی شاعری کے مطابق چن لیا۔ ایک اندازے کے مطابق جوش کی پیدائش ۱۸۹۶ء سے ہے لیکن یہ تاریخ بھی حقیقی نہیں ہے وہ خود اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"میرے خاندان میں بچوں کی تاریخ ولادت نہیں لکھی جاتی تھی۔ میری دادی قمری مہینوں کے حساب سے جو میری تاریخ پیدائش بتاتی تھیں اس لحاظ سے غالباً ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوا۔ ملیح آباد کے محلہ مرزا گنج میں صبح چار بجے میری ولادت ہوئی۔ جاڑے کا موسم تھا۔ دادی جان فرماتی تھیں کہ تو اس قدر لاغر پیدا ہوا تھا کہ تجھے چھوتے ہی میری چیخ نکل گئی تھی ـــــ "

جوش کو شاعری وراثت میں ملی تھی۔ اس لئے کہ ان کے پردادا فقیر محمد خان گویا شاعر بھی تھے اور مصنف بھی۔ جن کی کتابیں "شبستان حکمت" اور "دیوان گویا" آج بھی یاد کی جاتی ہے۔ جوش کے اسلاف آفریدی پٹھان تھے اور درۂ خیبر کی راہ سے ہندوستان آئے۔ اور یہاں کی سکونت اختیار کی۔ جوش نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس کے بعد وہ سینٹ پیٹرس کالج آگرہ سے وابستہ ہوئے۔ سینئر کیمبرج تک باضابطہ تعلیم حاصل کی۔ لیکن چونکہ مطالعے کا شوق بہت تھا لہٰذا انہوں نے بہت کچھ اپنی محنت سے حاصل کیا۔ اور زبان پر ایسی مہارت حاصل کی کہ اس کا جواب نہیں۔ ان کے والد بشیر احمد خان اور دادا محمد احمد خان بھی اچھے شاعر تھے۔ اس طرح انہیں شاعری کا ملکہ بچپن سے ہی ہو چکا تھا۔ صرف زبان پر عبور حاصل کرنا تھا۔ سو انہوں نے اس کی بھی ایک مثال قائم کی۔ شروعاتی دور میں عزیز لکھنوی سے اصلاح لی۔ پھر یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔ جوش کے والد کا انتقال ہوا تو گھر میں ایک انتشار پیدا ہو گیا۔ جوش کے رشتہ داروں نے ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ لہٰذا ان کو تلاش معاش کی فکر ہوئی۔ کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ملازمت کی تلاش میں پھر دارالترجمہ عثمانیہ میں ملازمت ملی۔ کچھ دنوں تک اس ادارے سے وابستہ رہے پھر دہلی چلے آئے اور ایک رسالہ "کلیم" کا اجرا کیا۔ اس کے بعد آل انڈیا ریڈیو سے بھی جڑ گئے۔ اور پھر سرکاری رسالہ "آجکل" کے مدیر ہوئے۔ آجکل کے مدیر تھے ہی کہ ۱۹۵۶ء میں پاکستان چلے گئے۔ دارالترجمہ سے وابستگی نے جوش کی اہمیت کو اور بڑھا دیا۔ اس سلسلے میں سیدہ جعفر لکھتی ہیں:

Scanned with CamScanner

"جوش نے اعتراف کیا ہے کہ حیدرآباد کے دارالترجمہ نے انہیں
فائدہ پہنچایا۔ عبداللہ عمادی، نظم طباطبائی اور دوسروں کے
فیضانِ صحبت نے ان میں مطالعے کا ذوق اور بڑھا دیا۔
حیدرآباد کی زندگی جوش نے کبھی فراموش نہیں کی۔ وہ
یادوں کی برات میں لکھتے ہیں۔ ہائے کیونکر بیان کروں
کہ اس وقت میرا حیدرآباد کیا چیز تھا۔ ارزانی اور
اس پر دولت کی فراوانی، ہر طرف ایک چہل پہل امرا
کے دروازوں پر صبح و شام نوبت بجا کرتی تھی۔
آئے دن جلسے، مجرے، دعوتیں اور مشاعرے ہوتے تھے۔ دس
سال قیام کے بعد جوش کو ریاست کے حدود سے باہر جانے
کا حکم ملا۔ ۱۹۳۴ء میں یہ فرمان جاری ہوا تھا ـــــ "

جوش کی شاعری کی کئی سطحیں قائم کی جا سکتی ہیں۔ ایک سطح تو وہ ہے جسے رومانی شاعری کہہ سکتے ہیں۔ دراصل رومانی ایک ایسا لفظ ہے جسے محض عشقیہ نہیں کہہ سکتے بلکہ جن میں تخیل کا بڑا دخل عمل ہوتا ہے۔ اس تخیل میں وہ تمام چیزیں ہوتی ہیں جن کا تعلق عقل سے زیادہ احساسات سے ہوتا ہے چنانچہ احساسات رومانی اور انقلابی نے بھی۔ رومان حقیقت کے خلاف ایک صورت ہے اور حقیقت نگاری شاعری کا وصف خاص ہیں۔ جوش کی رومانی شاعری کو وسیع تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ جوش کا سرمایہ کلام اچھا خاصا ہے، مثلاً "شعلہ و شبنم، حرف و حکایت، جنون و حکمت، فکر و نشاط، آیات و نغمات، عرش و فرش، سنبل و سلاسل، سیف و سبو وغیرہ"

پروفیسر احتشام حسین جوش کی شاعری کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"جوش کی شاعری ان کے ذہنی ارتقا کا آئینہ ہے
ان کی شاعری ان کی شخصیت کے جلال و جمال
حسن و قبح اور بلندی و پستی کو بڑی خوبی
سے منعکس کرتی ہے ان کی ذہنی کشمکش،
فکری درماندگی، گلو پوشی، سماجی عقائد
ہر ایک کی جھلک ان کی ہزارہا نظموں میں
بکھری پڑی ہے"

اس سے انکار نہیں کہ جوش کی شخصیت بڑی متنازعہ رہی ہے لیکن معلوم نہیں وہ کیسے لوگ ہیں جو یہ بھول جاتے ہیں کہ جوش ایک انسان تھے فرشتہ نہیں۔ ان کی شخصیت میں جہاں کمزوریاں ہیں وہاں بلندیاں بھی موجود ہیں دراصل انسانی زندگی کا مطالعہ بڑا دلکش ہوتا ہے۔ خاص طور سے کسی فنکار، شاعر اور ادیب کی زندگی کا ـــــ

جوش کی ایک نظم "گنگا کے گھاٹ پر" کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

بڑھائے سرخیِ عارض بہائے مکھڑا جیسے
نہا کے کون چلا آ رہا ہے گنگا سے
شراب ناب لئے نرگسی کٹوروں میں
لہو چھپی ہے رواں سرخ سرخ ڈوروں میں
عجب حسن ٹپکتا ہے چشم و ابرو سے
مہک رہا ہے بدن تمکنت کی خوشبو سے
ازل کے دن سے درِ حسن کا بھکاری ہوں
ادھر بھی ایک نظر میں شرابی پجاری ہوں

جوش جب حیدرآباد سے نکالے گئے تو ان کے احساسات کتنے شدید تھے اس کا احساس ان کی ایک خاص نظم "شام رخصت" سے ہوتا ہے ۔

تجھ سے رخصت کی وہ شام اشک افشاں ہائے ہائے
وہ اداسی وہ فضائے گریہ ساماں ہائے ہائے
وہ مرے سینے میں سیل آب و آتش الاماں
وہ ترے چہرے پہ موج برق و باراں ہائے ہائے
وہ جدائی کی ہوا کے تند جھونکے الحفیظ
وہ جوانی کا چراغ زیر داماں ہائے ہائے ۔

جوش کی زندگی میں ان پر مختلف الزام تراشے گئے ۔ کسی نے ملحد اور دہریہ کہا تو کسی نے کچھ اور اس سلسلے میں تمکین کاظمی کا بیان بڑا اہمیت رکھتا ہے ۔

"بعض باتیں دنیا میں عجیب و غریب دیکھنے میں آتی ہیں ۔ وحید الدین سلیم اور عبد الحق باوجود یہ کہ ملحد اور مکمل دہریہ ہونے کے مولوی اور مولانا اور مقدس بنے رہے اور لوگ ان کو مذہبی اور مسلمان سمجھ کر پوجتے رہے بلکہ اب تک پوجتے ہیں اور نیاز فتح پوری اور جوش ملیح آبادی باوجود مسلمان اور پکے مسلمان ہونے کے ملحد اور دہریہ کہلاتے رہے ۔"

جوش کے دل کی گہرائیوں سے کیا گیا یہ نذرانہ دیکھئے ۔

آپ سے انکار پر مائل تھا دماغ
اور دل ہے کہ اقرار کئے جاتا ہے
اللہ کو قہار بتانے والو
اللہ تو رحمت کے سوا کچھ بھی نہیں

میرا ماننا ہے کہ جوش کی عظمت، اہمیت اپنی جگہ قائم و دائم رہے گی ۔